# آبی مسائل کے حل میں مسلم فلاحی ریاست کا کردار

# The Role of Muslim Welfare State in Resolving the Water Issues

اللہ دتہ*

ڈاکٹر محمد امجد**

**Abstract**

A welfare State always cares about the basic needs of the people but also held responsible to facilitates them. Water is the blessing of the Allah Almighty and one of the valuable and precious natural resources in the world. It has an awesome significance for both living and non-living things. So, it is prime responsibility of a State to provide with accessibility to water. Unfortunately, it is turning into a hot potato among nations because of its shortage but States are neglecting the resolution of this issue. Especially in Pakistan, the situation is quite alarming because Pakistani economy mainly relies upon agriculture sector and a very huge amount of water is required to meet the needs of this sector. Almost all the rivers of Pakistan flow to Pakistan approaching through India and India is stopping water-passages to Pakistan. Due to this and some other reasons, Pakistan has fallen into the pit of serious water emergencies. Pakistan is one of the 30 nations of the world, facing an acute water deficiency, which is probably going to bother amid the approaching decades. This shortage has created many other water issues too. So, it is the need of the time to counter this situation and steps must be taken to avoid the worst and undesirable situation. In this article, this point has been tried to establish that a welfare state must take necessary measures to tackle these issues and its potential solutions and remedies have been described for water crisis in Pakistan in the light of the Seerah of the Holy Prophet (P.B.U.H).

**Keywords:** Water Issues, Welfare State, Pakistan, Solutions, Seerah

فلاحی ریاست سے مراد ایسی ریاست ہے کہ جس میں عوام کی فلاح و بہبود، شادمانی و آسانی اور خوش و خرم رہنے پر توجہ دی جاتی ہے۔ ایسی ریاست میں عوام کے مسائل نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہاں عوام مسائل کا شکار تو ضرور ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ انسان کسی معاشرے میں رہتا ہو اور وہاں پر مسائل نہ ہوں۔ لیکن فلاحی ریاست میں عوام کو اپنے مسائل کے حل میں مشکل پیش نہیں آتی اور انہیں اپنے حقوق باآسانی میسر آجاتے ہیں۔ یہ حقوق عمومی طور پر حکومت از خود انہیں بلا طلب و مطالبہ مہیا کرتی ہے یا پھر عوام کے دعوی کرنے پر انہیں بلاتاخیر میسر آجاتے ہیں اور انہیں اپنے حقوق کے حصول میں کسی دشواری سے نہیں گزرنا پڑتا۔ اسی لیے یہ ریاست فلاحی ریاست کہلاتی ہے۔ فلاحی ریاست میں عوام کے معاشی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی حقوق کا پورا تحفظ کیا جاتا ہے اور ناانصافی کی صورت میں

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج برائے طلبہ، ملتان کینٹ

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

عدل وانصاف کے فراہمی میں نہ تو دیر کی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا جاتا ہے۔اس کی بہترین مثال مدینہ منورہ کی نبوی منہاج پر قائم شدہ ریاست ہے کہ جس میں تمام عوام ایک مثالی معاشی و معاشرتی زندگی بسر کر رہے تھے اور مدینہ کی فلاحی ریاست اپنی عوام کو درپیش تمام مسائل کے حل کے لیے تندہی کے ساتھ اپنے تمام وسائل صرف کرتی نظر آتی تھی تاکہ ان مسائل کی وجہ سے ریاست کی عوام کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

دور حاضر میں معاشی و معاشرتی مسائل کے ساتھ ایک جدید ریاست کو مختلف آبی مسائل کا بھی سامنا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے پانی کی ضروریات پوری دنیا میں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ دوسری طرف آبی ذخائر میں اتنی تیزی کے ساتھ اضافہ نہیں ہورہا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کمی ہوتی چلی جارہی ہے جس کی وجہ سے پانی کا بحران پوری دنیا میں شدت اختیار کرتا چلا جارہا ہے۔ملک پاکستان کو بھی اس وقت انتہائی شدید آبی بحران کا سامنا ہے۔مقالہ ہذا میں انہی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک فلاحی ریاست کا ان آبی مسائل کے حل کرنے میں کیا کردار ہونا چاہیے ؟اور مدینہ کی اسلامی ریاست میں کیا آبی مسائل تھے ؟اور انہیں حل کرنے کے لئے اور عوام کو دادرسی فراہم کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ؟ کیسے ان آبی مسائل پر قابو پا کر پانی کے بحران کے مسئلے کو حل کیا گیا ؟آبی مسائل کو حل کرنے کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟اور فلاحی ریاست کی حکمت عملی کیسی ہونی چاہیے ؟مزید برآں یہ امور ریاست کی ذمہ داری میں آتے ہیں یا نہیں ؟اور اگر آتے ہیں تو یہ حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے یا ثانوی ذمہ داری ہے ؟آبی مسائل کے حل کے ضمن میں کس حد تک رہنمائی موجود ہے ؟انہی شواہد و نظائر سے رہنمائی لیتے ہوئے عصر حاضر کے پاکستانی معاشرے پر اس کا اطلاق و انطباق کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ کس طرح ان اقدامات کے ذریعے پاکستان اپنے ان آبی مسائل پر قابو پا سکتا ہے۔

## پس منظر

اسلامی ریاست کے فرائض اور خدوخال بارے قرآن پاک میں اور احادیث مبارکہ کی کتب میں وافر رہنمائی موجود ہے۔انہی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اسلاف نے اس موضوع پر اپنی تحقیقات و رشحات فکر سپرد قرطاس کیں جن کی فہرست کے لیے دفتر درکار ہے۔ان تمام کتب میں بالعموم ریاست اور اس کے اہم اداروں سے بحث کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کتاب میں بھی بالخصوص آبی مسائل اور انہیں حل کرنے کے سلسلے میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کے کردار کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ جتنے بھی محققین و مصنفین نے ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں سے بحث کی ہے کسی نے بھی آبی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے ریاست کی پالیسی کو بیان نہیں کیا اور نہ ہی اسے حکومت کی بنیادی یا ثانوی ذمہ داریوں میں سے گنوایا ہے۔ لگتا یہی ہے کہ یہ گوشہ ان محققین کی نظروں سے اوجھل رہ گیا ہے اسی وجہ سے انہوں نے اس

موضوع سے انصاف نہیں کیا یا چونکہ یہ ایک بنیادی ضرورت تھی اس لیے اس کی اہمیت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے انہوں نے اس کو زیر بحث لانا مناسب نہیں سمجھا۔ تاہم ان میں سے چند کتب ایسی ہیں جو موضوع ھذا سے براہ راست تو متعلق نہیں ہیں لیکن ان میں ضمناً یہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور یحیی بن آدم کی کتاب الخراج اہم ہیں۔ اسی طرح موسوعہ فقہیہ کویتیہ اور فقہ الاسلامی وادلتہ میں بھی اس سے متعلق مواد موجود ہے لیکن راقم الحروف کی معلومات کی حد تک کوئی بھی کتاب یا آرٹیکل موضوع ھذا سے براہ راست بحث نہیں کرتا کہ آبی مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کا کیا کردار ہوتا ہے؟ اس مقالے میں اس بکھرے ہوئے مواد کو اکٹھا کرنے اور اس کا تاریخی و تجزیاتی مطالعہ کرنے کے بعد عصر حاضر کے مسائل پر اس کا اطلاق کر کے بتایا گیا ہے کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست کو ان مسائل سے کیسے نبرد آزما ہونا چاہیے؟ امید واثق ہے کہ مابعد کے محققین کے لیے یہ مقالہ مفید ثابت ہوگا اور موضوع ھذا سے متعلق خاصی راہنمائی میسر کرے گا اور انہیں چند نئے تحقیقی گوشوں سے بھی روشناس کرائے گا۔ علاوہ ازیں ریاستی عناصر کو آبی مسائل کے حل کے لیے اسلامی طریقہ کار کی وضاحت بھی فراہم کرے گا۔

**فلاحی ریاست کی بنیادی ذمہ داریاں**

اسلامی تعلیمات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ریاست ایک ایسے اجتماعی ادارے کا نام ہے جس کے وجود کا بنیادی سبب اور غرض وغایت اللہ تعالی کے دین متین کا قیام اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا اہتمام ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الذين ان مكنهم في الارض اقاموا الصلوة واتوا الزكوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ولله عاقبة الامور[1]

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں قدرت دیں تو نماز پڑھیں' زکوۃ دیں' نیک کام کرنے کا حکم دیں برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

امن وامان، عدل وانصاف کا قیام، کمزوروں اور مظلوموں کے حقوق کی دادرسی، مستضعفین اور عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی، تعلیم و تربیت، علاج معالجہ کا معقول انتظام، اجتماعی مفادات کا تحفظ، دینی اقدار کا قیام، مذہبی آزادی، غیر مسلموں کو حقوق کی فراہمی، معاشی معاشرتی و علمی ترقی کے مواقع اور روزگار کی فراہمی جیسے امور ریاست کی بنیادی ذمہ داری میں داخل ہیں۔ قرآن پاک میں یا احادیث مبارکہ میں یا خلفائے راشدین کے احکامات میں اس بات کی صراحت تو نہیں ملتی کہ وہ بنیادی ضروریات کیا ہیں؟ جن کا پورا کرنا ایک اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا جا سکتا ہے، البتہ خلفائے راشدین کا عمل یہ ضرور ثابت کرتا ہے کہ وہ تمام ضروریات جن پر انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہے وہ بنیادی ضروریات میں شامل ہیں۔ اسی وجہ سے خلفائے راشدین کی زندگی میں اور بالخصوص سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے طرز عمل میں یہ مثالیں ملیں گی کہ انہوں نے عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی حتی کہ وہ دن کو خلافت کا بار اٹھاتے

خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ راتوں کو گشت کر کے اپنی رعایا کی بنیادی ضروریات وحاجات کی تفصیل معلوم کیا کرتے تھے اور اگر ان میں کوئی کمی پاتے تھے تو اسے پورا کرنے کی ہر ممکن حد تک کوشش کیا کرتے تھے یہ طرز عمل اس بات کی نشاندہی کیلیے کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک ہر وہ ضرورت جس کا انحصار عوام کی فلاح وبہبود پر ہو وہ ایک اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے اس بات کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ریاست کی بنیادی ضروریات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوص کو مدنظر رکھنے کی بجائے عموم کو مدنظر رکھا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: اللہ تعالی جس شخص کو مسلمانوں کے امور کا ولی بنائے اور پھر وہ ان کی ضرورت اور مشکل وقت میں کام میں نہ آئے تو اللہ تعالی بھی اس کی ضرورت کو پورا نہ فرمائے گا اور مشکل وقت میں اس کی مدد کرے گا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ نے ایک شخص کو لوگوں کی ضرورت کی فراہمی پر مامور فرمادیا۔[2] ایک دوسری حدیث اس بات کی طرف واضح اشارہ کر رہی ہے کہ جس بھی شخص کو کوئی ذمہ داری دی گئی ہو اسے چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی بھلائی کیلئے ہر ممکن حد تک کوشش کرے ورنہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کو مول لے گا: حسن کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد، حضرت معقل بن یسار کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا کہ میں تجھے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے اگر مجھے اپنے زندہ رہنے کا علم ہوتا تو میں تجھے بیان نہ کرتا میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ اللہ اسے رعایا پر حاکم بنائے اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا۔[3] وہ شخص جو مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ہوں اگر ان کی بھلائی کے لئے کوشش نہ کرے اور ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاحی ریاست کی بنیادی ذمہ داری عوام کو ہر وہ بنیادی ضرورت کی فراہمی پر مرکوز ہے۔ جس پر عوام کا روزمرہ کی زندگی میں دارومدار ہوتا ہے اور وہ اپنے روزمرہ کے معمولات میں ان پر انحصار کرتے ہیں لہذا حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے تمام حقوق جن میں معاشی، سیاسی اور سماجی حقوق شامل ہیں کا مکمل خیال رکھے اور زندگی کی تمام بنیادی ضرورتیں بہم پہنچائے۔ یہ امور حاکم وقت کے واجبات میں داخل ہے۔ اگر ان امور کو مدنظر نہ رکھا جائے تو پھر حدیث رسول بیان کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ پتہ چلا کہ اہل حاجت کی حاجت روائی کا اہتمام نہ کرنا اللہ تعالی کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے یہ بات خود اس کا ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ضروریات کی تکمیل کو حاکم ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا۔ مزید برآں ارشادات نبوی میں حاکم کو عوام کے ساتھ خیر خواہی کی جو تاکید ملتی ہے اس کا مفہوم بہت وسیع ہے اس میں ان کے مادی وروحانی جملہ مفادات کا تحفظ شامل ہے سربراہ ریاست درحقیقت عوام کا سرپرست ونگران ہوتا ہے اس کا تقاضہ یہی ہے کہ کم از کم وہ ان کے لیے بنیادی ضروریات زندگی کا سامان فراہم کرے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انصاف کرنے والے رحمن کے دائیں جانب اور اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔[4] یعنی جو حاکم رعایا کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور ان کو عدل کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے وہ اللہ کی خوشنودی کا حقدار ہے۔ کتب فقہ میں حاکم وقت کی مندرجہ ذیل دس ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں:

1. دین کی حفاظت،اس کے عام کرنے پر آمادہ کرنا،علوم شرعیہ کی نشر واشاعت کرنا،اہل علم کی تعظیم کرنا،ان سے ملاقات کرنا،ان سے مشورہ کرتے رہنا۔
2. ملک کی حفاظت اوراس کا دفاع کرنا،اندرون ملک امن وامان برقرار رکھنا۔
3. مقدمات کے فیصلے کرنا،احکام کو نافذ کرنا۔
4. حکومت کے تمام معاملات میں عدل وانصاف قائم کرنا۔
5. حدود شرعیہ کو نافذ کرنا۔
6. جہاد کے فرض کو قائم رکھنا۔
7. حکومت کو ترقی دینا،زندگی کی راہوں کو آسان کرنا،خوش حالی کو عام کرنا۔
8. شریعت نے لوگوں پر جومال واجب کیاہے ان کو سختی کے بغیر وصول کرنااور جائز مصارف میں نیز مستحقین پر کمی اوراسراف کے بغیر خرچ کرنا۔
9. حکومت کے مناصب پر امانتدار خیر خواہ اوراہل تجربہ کارافراد کو مقرر کرنا۔
10. حکومت کے مناصب پر امانتدار خیر خواہ اوراہل تجربہ کارافراد کو مقرر کرناخود امت کی سیاست اوراس کے مصالح کااہتمام کرنا حکومت کے امور کی نگرانی کرنا،ان پر مقرر کردہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لیتے رہنا۔[5]

زندگی کی راہوں کو آسان کرنااور خوش حالی کو عام کرنا یہ وہ نکات ہیں جو اپنے مفہوم میں بڑے جامع ہیں اور تمام بنیادی انسانی ضروریات جن میں خوراک اور پانی کی فراہمی بھی داخل ہے سے متعلق ہیں کیونکہ ان دو کے بغیر انسانی زندگی کا تصور محال ہے۔اسی سے یہ معلوم ہوا کہ یہ امور بھی حکومت کے واجبات میں سے ہیں۔

**درپیش آبی مسائل اور مسلم فلاحی ریاست کی ذمہ داری**

عصر حاضر میں ریاستوں کو بہت سے آبی مسائل درپیش ہیں۔مندرجہ ذیل سطور میں ان مسائل کا جائزہ لے کر ان کے حل کی طرف اشارہ کیا گیاہے۔

**قلت آب**

تمام دنیا کو بالعموم اور ملک پاکستان کو بالخصوص پانی کے بحران کے ضمن میں اس وقت سب سے بڑامسئلہ پانی کی قلت کا ہے۔وطن عزیز میں عوام کی ایک بڑی تعداد کو پینے اور دیگر گھریلو ضروریات کے لیے پانی بالکل بھی میسر نہیں ہے بالخصوص تھر، چولستان اور بلوچستان کے اکثر علاقوں میں تو لوگوں کو بالکل بھی پانی میسر نہیں ہے ان علاقوں میں رہنے والے لوگ اور کشمیر کے کچھ علاقوں کے لوگوں کو بھی دور دراز سے پانی بھر کر لاناپڑتاہے۔قرآن واحادیث میں قلت آب کی وجوہات بارے بتایا گیاہے کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے آزمائش وامتحان کی

ایک صورت ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ دجال کے ظاہر ہونے سے پہلے تین سال ایسے ہوں گے کہ پہلے سال تو آسمان تہائی بارش کو اور زمین تہائی پیداوار کو روک لے گی یعنی اور سالوں کے معمول کے خلاف اس سال بارش ایک تہائی کم ہو گی اسی طرح زمین کی پیداوار میں بھی ایک تہائی کمی ہو جائے گی اگرچہ بارش کے پانی کے علاوہ دوسرے طریقوں سے زمین کی آبپاشی کی جائے گی) پھر دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش کو اور زمین دو تہائی پیداوار کو روک لے گی اور پھر تیسرے سال آسمان تمام بارش کو اور زمین اپنی تمام پیداوار کو روک لے گی۔[6]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے زمانہ میں فرات دریا بہت زیادہ بھر گیا، تو لوگوں نے اسے برا سمجھا۔اس پر آپ نے فرمایا: اے لوگو ! اس کے بڑھنے کو برا مت سمجھو۔ بیشک وہ وقت قریب ہے کہ اس میں پانی کی معمولی مقدار بھی نہیں ملے گی۔اور یہ اس وقت ہو گا جب سارا پانی اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔اور اس دن پانی اور بقیہ مومنین صرف شام میں ہوں گے۔[7]

چنانچہ آج وہ وقت آ چکا ہے۔ پوری دنیا میں پانی کی شدید قلت ہے اور یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ آئندہ دنیا میں جنگوں کی ایک بہت بڑی وجہ پانی کی قلت ہو گی۔ان امور سے نمٹنے کے لیے ایک فلاحی ریاست کی حکمت عملی کیا ہونی چاہیے ؟ قبل اس کے کہ اس کو زیر بحث لایا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتادیا جائے کہ کن ضروریات کے لئے پانی کی فراہمی لازمی ہے۔

- پینے کے صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی
- گھریلو ضروریات کے لیے پانی کی فراہمی
- آبپاشی کی ضروریات کے لیے پانی کی فراہمی
- صنعتی ضروریات کے لیے پانی کی فراہمی

**پینے کے صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی**

دنیا بھر میں 66 کروڑ افراد پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی عوام کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اور یہ حکومت کے بنیادی فرائض میں داخل ہے ہر حکومت اس کا بالخصوص اہتمام کرتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اس بات کا بخوبی احساس تھا اور اس ضمن میں رسول کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ امت کے سامنے ایک روشن مثال کی صورت میں موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ پانی کی قلت کا بھی تھا۔ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ترغیب دلائی کہ وہ زائد پانی کو صدقہ

کردیں اور پانی کی فروخت سے باز رہیں پانی کے صدقے کو بہترین صدقہ قرار دیا گیا۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ابتدا میں ہی اس عمل کی طرف اپنی توجہ کو مرکوز کیا اور مسلمانوں کے لئے بہت سے ایسے اقدامات کیے جن کی بدولت مسلمانوں کو پینے کا صاف پانی میسر آیا ان میں آپ کی صحابہ کرام علیہم رضوان کو ترغیب بھی شامل تھی۔ اسی ترغیب کی وجہ سے حضرت عثمان غنی نے رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔[8] آپ نے پانی کے صدقے کو بہترین صدقہ قرار دیا[9] تاکہ جن صحابہ کرام کے پاس پانی زائد ہو وہ اپنا زائد پانی دوسرے صحابہ کو صدقہ کر دیں۔ پانی پلانے کو بہترین نیکی قرار دیا گیا۔ اس وقت مدینہ کی ریاست کے پاس معاشی لحاظ سے زیادہ وسائل موجود نہیں تھے کہ حکومت وقت اپنے وسائل سے اپنے مختلف اقدامات کے ذریعے ریاست کے باشندوں کے لیے صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی کا بندوبست کر سکے۔ رسول کریم ﷺ نے ترغیب کے طریقے کو اپنایا۔ آج بھی عصر حاضر میں بہت سی ریاستیں ترغیب کے طریقے کو اپناتی ہیں جیسا کہ کرونا وائرس کے تناظر میں ملک پاکستان میں بھی ترغیب کے طریقہ کار کو اپنا کر مخیر حضرات کو دعوت دی گئی کہ وہ مصیبت کی اس گھڑی میں غریبوں کی مدد کریں۔ اسی طرح بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے بھی عوام سے مدد کی اپیل کی گئی تھی۔ اس طریقہ کار کے ذریعے مدینہ کی ریاست میں صاف اور میٹھے پانی کی کمی کا مسئلہ صرف چند دنوں میں حل ہو گیا اور مدینہ میں رہنے والے تمام مسلمانوں کو صاف اور میٹھا پانی باآسانی میسر آ گیا۔

کچھ عرصے بعد جب ریاست مستحکم ہو گئی تو بہت سے ایسے اقدامات نظر آتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی حکومت وقت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ حضرت حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارہ پر کوئی بھیڑ کا بچہ (بھوک یا پیاس سے) ہلاک ہو جائے تو مجھے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال نہ کرے۔[10]

اس طرح کی بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ رات کو گشت کیا کرتے تھے اور وہ رعایا کی ضروریات کا پتہ لگایا کرتے تھے اور پھر ان کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی حوائج و ضروریات اور احتیاجات و خواہشات کو پورا کیا کرتے تھے۔[11] حضرت عمر کے ان اقوال و افعال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خوراک کی فراہمی حکومت کا بنیادی فریضہ ہے حتیٰ کہ اگر ریاست کے کسی دور دراز علاقے میں انسان تو انسان رہا کوئی جانور بھی بھوک کی وجہ سے مر جاتا ہے تو قیامت کے دن حاکم وقت سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جواب دہی کے اسی احساس کے پیش نظر حضرت عمر از خود رعایا کی اغراض پورا کرنے پر کمربستہ رہا کرتے تھے۔ اگرچہ ان روایات میں بھوک کی وجہ سے کھانا فراہم کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن چونکہ شریعت مطہرہ نے بھوک پر پیاس کو اہمیت و فوقیت دی ہے۔ پانی کی اہمیت کا اندازہ

اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو پیاس کی وجہ سے اپنی جان جانے کا اندیشہ ہو تو وہ ہتھیار لے کر جنگ کر سکتا ہے اور کسی فرد سے زائد پانی چھین سکتا ہے بشرطیکہ پانی خود مالک کی ضرورت سے زائد ہو جبکہ کھانے کے بارے میں یہ اجازت نہیں دی جاتی اور کھانے کے لیے بغیر قتال کے چھین لینا یا غصب کر لینے کی اجازت ہے۔[12]

ان تمام روایات و دلائل سے بآسانی یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جب ناداروں اور ضرورت مندوں کو خوراک کی فراہمی فلاحی ریاست کے لیے لازم و ملزوم ہے تو صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی تو بدرجہ اولیٰ فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے اور آج عصر حاضر میں تمام جدید ریاستیں بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہیں۔ تاہم پینے کے پانی کے لئے شریعت مطہرہ نے درج ذیل ترجیحات کو متعین کیا ہے:

- پینے کے پانی پر سب سے پہلا حق انسانوں کا ہے۔
- انسانوں کے بعد پانی پر جانوروں پرندوں اور دیگر جانداروں کو ترجیح دی جائے گی۔
- ان سے باقی ماندہ پانی دیگر ضروریات پر خرچ کیا جائے گا۔

### گھریلو ضروریات کے لیے پانی کی فراہمی

پینے کے لئے پانی کی فراہمی کے بعد دوسرا اہم مصرف گھریلو ضروریات ہیں۔ فلاحی ریاست اس بات کو یقینی بنائے کہ لوگوں کو اتنا پانی میسر ہو کہ وہ اپنے گھریلو کام نپٹا سکیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بحر کا پانی سب کی مشترکہ ملکیت ہے اور بحر کے پانی میں حق ایسے ہی ہے جیسا کہ عوام کا سورج چاند اور ہوا سے نفع اٹھانا۔ لہذا اس سے کسی کو منع نہیں کیا جا سکتا بڑے بڑے دریا جیسا کہ فرات، نیل اور دجلہ وغیرہ ان سے بھی کسی کو منع نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پانی پینے کے لئے لے رہا ہو یا اپنے جانوروں کے لیے یا آبپاشی کے لئے۔[13]

ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں کہ ہجرت مدینہ سے قبل متعدد انصاری صحابہ کے کنوؤں کا ذکر ملتا ہے جو زراعت کے نئے ذرائع آبپاشی ہونے کے علاوہ بجائے خود دولت و تمول کی نشانی تھے۔ ان میں حضرات مالک بن نصر، ابو الہیثم بن التیہان، عمر بن بزیغ، سعد بن خیثمہ کے ذاتی و نجی کنوؤں کے علاوہ بنو ساعدہ اور انصار کے ایک قبیلہ بنو امیہ کے اجتماعی کنوؤں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ان کے نام تھے بئر مالک بن نضر، بئر حاسم، بئر رامہ، بئر غرس، بئر بضاعہ، بئر یسیرہ[14] ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ان کے علاوہ مہاجرین میں خاص کر کنوؤں کے خریدنے کا رجحان عام تھا چونکہ پانی عرب میں سب سے قیمتی شے تھی اور وہ ہر شخص کو باآسانی دستیاب نہیں ہوتا تھا اس لئے عام طور پر ان جائیدادوں کو وقف عام کر دیا جاتا تھا تا کہ ہر کوئی ان سے فائدہ اٹھا سکے حضرت عثمان بن عفان نے چار ہزار دینار میں بئر رومہ جس کا پانی سب سے زیادہ

شیریں تھا خرید کر وقف کر دیا تھااور اس پر رسی اور ڈول وغیرہ پانی پینے والوں کے لئے لٹکا دیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایک مزنی صحابی اس کا پانی قیمت سے بیچا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے بئر ہم خرید کر صدقہ کر دیا تھااور بعض اور کنوؤں کے خرید کر وقف کئے جانے کا ذکر ماخذ میں ملتا ہے۔[15] ولید بن عبد الملک نے اپنے دور حکومت میں مدینہ منورہ اور دیگر تمام شہروں میں رفاہ عامہ کے لیے مختلف مقامات پر کنوئیں کھدوائے تھے۔ اسی طرح اس نے مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑا فوارا بنوایا تھا جس سے نمازی وضو کیا کرتے تھے۔[16]

**آبپاشی کی ضروریات کے لیے پانی کی فراہمی**

زراعت یا آبپاشی ایک قدیم طریقہ معیشت ہے اور اسی پر انسانی زندگی کے تمام شعبے کا دار و مدار ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک میں مختلف اعتبارات سے اس کا ذکر موجود ہے۔

زمین کے لیے پانی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

والله انزل من السماء ماء فاحيا به الارض بعد موتها ان في ذلك لاية لقوم يسمعون [17]

اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانی ہے۔

خالق کائنات زمین و آسمان کی تخلیق، بارش کے نزول کے بعد ہریالی ہونے پر اپنی توحید پر دلیل قائم کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

امن خلق السموت والارض وانزل لكم من السماء ماء فانبتنا به حدإِق ذات بهجة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها ءاله مع الله بل هم قوم يعدلون[18]

بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا 'اور کس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔ تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگاتے 'تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ ناانصافی کر رہے ہیں۔

حدیث پاک میں بھی مختلف جہات سے آبپاشی کرنے کا ذکر موجود ہے اوس و خزرج کا پیشہ ہی زراعت تھا۔ حتی کہ ایک شخص نے جنت میں بھی زراعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے [19] ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ اونٹوں کے ذریعے پانی کھینچ کر درختوں کی آبپاشی کرتے ہیں۔[20] زرعی شعبے کو پانی کی فراہمی بارے یہاں تک حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے کھیت میں پانی زائد ہو جائے تو وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے کھیت میں پانی چھوڑ دے تاکہ اس سے مستفید ہو سکے۔ عبد اللہ بن عمر کے غلام نے جب ان سے استفسار کیا کہ ان کو زائد پانی فروخت کرنے کے عوض تیس ہزار درہم پیش کیے جا رہے ہیں تو کیا مجھے پانی فروخت کرنے کی اجازت ہے؟ تو آپ نے زائد پانی کی فروخت سے منع کر دیا[21] اس لیے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص زائد پانی یا زائد گھاس کسی کو دینے سے

روکتا ہے اللہ قیامت کے دن اس سے اپنا فضل روک لے گا۔[22] یعنی کھیتوں کے لیے بھی پانی کی فروخت ناپسندیدہ ہے۔ قرآن واحادیث میں اس بارے خصوصی احکامات تو موجود نہیں لیکن عمومی احکامات سے استدلال کرتے ہوئے فقہانے بہت سی جزئیات بیان کی ہیں۔ وامام ابو یوسف کہتے ہیں کہ دریاؤں اور بڑی نہروں کو اگر کھدائی یامرمت کی ضرورت ہو تو اس کی ذمہ داری حاکم کے سر ہو گی اور اگر اس کے بند ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو یہ حاکم کو چاہئے کہ اسے درست کروائے۔[23]

ایک دوسری روایت ہے کہ اگر کسی آبادی کے نزدیک کوئی آبی ذخیرہ ہو اور وہ خشک ہو جائے تو حاکم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کے تصرف میں دے کر اس کو اس کا مالک بنادے اگرچہ ظاہر الروایہ اس کے خلاف ہے لیکن امام ابو یوسف امام طحاوی کا یہی قول ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کا یہ اختیار محدود ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی آبی ضروریات کا خیال رکھے۔ تیسری بات یہ پتہ چلتی ہے کہ یہ اختلاف صرف خشک ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر یہ جاری پانی ہو تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ آبی ذخیرہ عوام کی مشترکہ ملکیت ہے اس لئے حاکم وقت یہ کسی کی ملک میں نہیں دے سکتا۔[24]

زمانہ خلافت میں پانی مباح عام تھا نہ کسی کو روکنا جائز تھا اور نہ کسی سے ٹیکس لیا جاتا تھا۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فلاحی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ریاست کے شہریوں کے لیے صاف پانی کا انتظام کرے تاکہ انہیں گھریلو ضروریات کے لئے اور آب پاشی اور فصلوں کی ضروریات کے لئے بھی پانی میسر آسکے۔ اس ضمن میں چاہے انہیں ڈیم بنانے پڑیں یا نہریں قائم کرنی پڑیں یا دیگر جو بھی وسائل بر سر روزگار لانے پڑیں اس سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ خلافت راشدہ بالخصوص حضرت عمر کی سیرت سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ آپ نے اپنی رعایا کی بہتری کے لیے جہاں دیگر بہت سے رفاہی کام کیے وہیں آپ نے آبی انتظامات کی طرف بھی خوب توجہ مرکوز کی اور لوگوں کی آسانی کے پیش نظر بہت سے نہریں جاری کروائیں۔ جن میں نہر معقل، نہر ابی موسی، نہر امیر المومنین اور نہر سعد بن عمرو قابل ذکر ہیں۔[25] حضرت عثمان نے بھی رفاہ عام کی غرض سے جابجا مکہ اور مدینہ میں بہ کثرت حوض اور چشمے تیار کرائے، حضرت عثمان نے حضرت عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا عامل بنایا تو انہوں نے عرفات میں بہت سے حوض بنوائے اور متعدد نہریں جاری کیں۔[26] حضرت امیر معاویہ نے بہت سی نہریں اور چشمے جاری کروائے تھے۔[27] ولید نے نے دمشق میں اپنے محل کے ساتھ قرطاجنہ تک محراب نما نہریں بنوائی تھی جو کہ اس شہر کو سیراب کرتی تھی۔[28]

### صنعتی ضروریات کے لیے پانی کی فراہمی

مدینہ کی فلاحی ریاست کے اوائل میں سرزمین عرب کے اکثر لوگوں کا پیشہ تجارت، گلہ بانی اور زراعت تھا۔ صنعتی ترقی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لیے مختلف صنعتوں کی مثال اس دور میں دستیاب نہیں ہوتی لیکن مدینہ کی فلاحی ریاست کے بہت سے ایسے اقدامات نظر آتے ہیں

جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عوام کی ضروریات چاہے وہ آبپاشی کے شعبے سے تعلق رکھتی ہوں یا صنعت کے شعبے سے ان ضروریات کا خیال رکھنا فلاحی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوائی کے مہینے میں حضرت عمرو بن عاص کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں کسی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اسکا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سلار اسلام حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے تم اب ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ باز رہے لیکن دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہنیہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک رہا۔ لوگ تنگ آکر ارادہ کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں۔ یہاں کی بود و باش ترک کر دیں اب فاتح مصر کو خیال گذرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ بعد حمد و صلوۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تب تو خیر نہ چل اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے۔ یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گذرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوا۔[29] مذکورہ بالا روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عمرو بن العاص کا نظریہ بھی یہی تھا کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوم کی آبی ضروریات کا خیال رکھے اور ہر ممکن حد تک ان کی امداد و اعانت کرے تاہم غیر شرعی امور کے ارتکاب سے باز رہے۔ اسی لیے مصر کی عوام کا حضرت عمرو بن العاص سے دادرسی چاہنا، ان کا حضرت عمر سے رہنمائی لینا اور دریائے نیل کے نام حضرت عمر کا خط لکھنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ تمام شعبوں کو فراہمی آب حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

**نکاسی آب**

پانی سے متعلقہ مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جس کو حل کرنا فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے وہ نکاسی آب کا مسئلہ ہے۔ درج ذیل واقعات

سے اس کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک انصاری کی زمین تھی جس کو پانی پہنچنے کا راستہ حضرت محمد بن مسلمہ کی زمین سے ہو کر گزرتا تھا۔اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ محمد بن مسلمہ نے اپنی زمین سے پانی گزارنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ کیا انہیں اس میں کسی قسم کا کوئی ضرر یا نقصان ہے۔ محمد بن مسلمہ نے جواب دیا کہ نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"فوالله لو لم اجد له ممرا إلا على بطنك لأمررته "[30]

اللہ کی قسم پانی لے جانے کے لیے سوائے تیرے پیٹ کے اور کوئی راستہ نہیں ملے گا تو میں تیرے پیٹ کے اوپر سے پانی لے جاؤں گا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے آپ کو حضرت ابو سفیان کی شکایت کی کہ انہوں نے ہمارے گھروں سے نکلنے والے پانی کی نالیوں کو بند کر دیا ہے۔ حضرت عمر وہاں آئے تو فرمایا اس پتھر کو اکھاڑو۔انہوں نے اکھاڑ دیا۔ پھر فرمایا اسے بھی اکھاڑو۔انہوں نے اکھاڑ دیا۔آپ فرماتے رہے وہ اکھاڑتے رہے یہاں تک کہ کئی پتھر اکھاڑ ڈالے۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر فرمانے لگے: شکر ہے اس اللہ رب العزت کا جس نے عمر کو ایسا بنایا کہ ابو سفیان کو مکہ میں حکم دے اور وہ عمر کی اطاعت کرے۔ [31] ان روایات سے معلوم ہوا کہ نکاسی آب بھی مسلم فلاحی ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے لہذا حکومت وقت کو اس کے لیے ہر ممکن اقدامات کرنے چاہییں جس سے ماحول کو آلودگی سے پاک اور صاف ستھرا بنایا جا سکے۔

**سیلاب سے بچاؤ کے لئے اقدامات کرنا**

آج کی جدید ریاست کے لیے جیسے پانی کی قلت سے نمٹنا ایک بہت بڑا چیلنج ہے ویسے ہی پانی کی بہتات یعنی سیلاب سے نبرد آزما ہونا بھی کسی معرکے سے کم نہیں ہے۔اللہ کی قدرت کہ پانی کی قلت و کثرت دونوں آزمائش کی حیثیت رکھتی ہیں۔اسی وجہ سے آپ سیلاب کے شر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اللھم انی اعوذ بک من شر الا عمیین۔اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں دو اندھی چیزوں کے شر سے۔ابن عمر سے پوچھا گیا: اے ابو عبدالرحمن! یہ دو اندھی چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: سیلاب اور بھڑکا ہوا اونٹ۔[32] سیلاب سے نمٹنے کی رہنمائی خلافت راشدہ سے ملتی ہے کہ سیلاب سے حرم مکہ کو محفوظ رکھنے کے لیے حضرت عمر نے بہت سے اقدامات کیے تھے چنانچہ ایک سیلاب جو ام نہشل کے نام سے مشہور ہے، حضرت عمر کے عہد خلافت میں آیا اور مسجد حرام تک پہونچ گیا، حضرت عمر نے نیچے اوپر دو بند بندھوائے جس نے مسجد حرام کو سیلاب کی زد سے محفوظ رکھا۔[33] حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں مہزور کے سیلاب کی وجہ سے جب مدینہ ڈوبنے کے بالکل قریب تھا انہوں نے اس کے لیے بند بندھوایا۔اسی طرح ایک دفعہ 156ھ میں

بھی سیلاب کی وجہ سے مدینہ منورہ کے ڈوبنے کا سخت خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو والی مدینہ عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن العباس نے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کیے اور مدینہ منورہ کو سیلاب سے محفوظ رکھا۔[34] ان آثار سے معلوم ہوا کہ یہ ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کو سیلاب اور دیگر مختلف زمینی و آسمانی آفات سے تحفظ و بچاؤ فراہم کرنے میں ہر ممکن اقدامات کرے۔

## ڈیمز کی تعمیر

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی معیشت کا دار مدار زراعت پر ہے ملک کی اکثر آبادی زراعت کے شعبے سے وابستہ ہے۔ زراعت کے شعبے کے لیے پانی کی ایک کثیر مقدار کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک پانی کو ذخیرہ کرنے کی صلاحیت نہ ہو بد قسمتی سے ملک پاکستان کی پانی کو ذخیرہ کرنے کی صلاحیت صرف تیس دن کی ہے جبکہ یہ صلاحیت ایک سو بیس دن کی ہونی چاہیے[35]۔ اس امر کے حصول کے لیے نئے ڈیمز بنانے کی اشد ضرورت ہے مگر ملک پاکستان میں ڈیمز بنانے کا اہم مسئلہ بھی سیاست کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں کل 155 ڈیم ہیں مگر صرف منگلا اور تربیلا ہی دو بڑے ڈیمز ہیں جن پر پاکستان کے آبی ذخیرے کا زیادہ تر دارو مدار ہے۔ قرآن مقدس میں مختلف مقامات پر ڈیمز کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیمز کے ذریعے پانی کو ذخیرہ کرنے کی روایت بہت پرانی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اولم يسيروا في الارض فينظرواكيف كان عاقبة الذين كانوا من قبلهم كانوا هم اشد منهم قوة وأثارا في الارض فاخذهم الله بذنوبهم وما كان لهم من الله من واق[36]

کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زور آور زمین میں نشانات بنانے کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا۔

اکثر مفسرین علام نے یہاں اٰثارًا کی تفسیر مصانع سے کی ہے اور مصانع سے ڈیم مراد ہیں۔[37] ایک دوسرے مقام پر ہے:

فاعرضوا فارسلنا عليهم سيل العرم [38]

تو انہوں نے شکر گزاری سے منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

اس آیت کے تحت اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سیلاب قوم سبا کے ڈیم ٹوٹنے کی وجہ سے آیا تھا۔[39] فرعون کے ڈیم بنانے کا ذکر بھی کتب میں ملتا ہے۔[40] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی بہت سے ڈیمز موجود تھے۔ جن میں سد صہباء[41] اور سد روحا[42] اہم ہیں۔ ڈیموں کی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے بھی جبل شوران کے قریب ایک ڈیم بنانے کا حکم دیا تھا جہاں بارش کے پانی کو روک کر

ذخیرہ کیا جاتا تھا۔[43] اس کے علاوہ بھی متعدد ڈیمز قناۃ، عبداللہ بن عمرو بن عثمان، اِسماعیل بن عبدالرحمن کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ نے بھی مدینہ منورہ سے بیس میل کے فاصلے پر قبیلہ بنو سلیم کے جوار میں ایک ڈیم بنوایا تھا۔[44] ہجرت کے 58 سال میں طائف سے چھ میل کے فاصلے پر عیاد ڈیم بنایا گیا۔ اس پر نصب پتھر کی تختی میں کندہ کیے گئے کوفی خط میں لکھا تھا کہ یہ امیر المومنین عبداللہ بن معاویہ کا ڈیم ہے۔ اسے عبداللہ بن ابراہیم نے تعمیر کیا تھا۔ یہ ڈیم تن تنہا پتھروں سے بنایا گیا تھا، اور اس کے انجینئر عبداللہ بن ابراہیم نے پتھروں اور خاص قسم کے گارے کی مدد سے اسے اس طرح تعمیر کیا تھا کہ یہ سب پتھر مل کر ایک ہی پتھر کا ٹکڑا معلوم ہوتے ہیں۔ یہ یمن کا ایک معروف طریقہ ہے، جسے قبل از اسلام کے انجینئر استعمال کرتے تھے۔ یہ ڈیم ابھی بھی عمدہ حالت میں ہے اور اس دور کے طرز تعمیر کا عکاس اور اپنے بنانے والے مہندس کی صلاحیت و مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔[45] ڈیمز کی اہمیت و افادیت سے عصر حاضر میں کسی صورت انکار نہیں کیا جاسکتا اور اسلامی تعلیمات بھی یہ رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ ڈیمز کا قیام ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

### پانی کا تجارتی استعمال

پانی کی قلت اور بحران کی وجہ سے اور صاف پانی کے حصول کے لیے بہت سے لوگوں نے پانی کی فروخت کو بطور پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ کثیر پانی کے حصول کے لیے بہت سے لوگوں نے اپنے گھروں میں بہت بڑے بڑے بور کروا لیے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی تجارتی ضروریات کے لئے زیر زمین پانی کو استعمال کرتے ہیں۔ نتیجۃً پانی کی زیر زمین سطح بڑی تیزی کے ساتھ کم ہوتی چلی جارہی ہے تو ایسی صورتحال میں کیا کسی شخص کو منع کیا جاسکتا ہے اور اس پر قدغن لگائی جاسکتی ہے؟ تاکہ زیر زمین جو پانی ہے اس کی سطح برقرار رہے اور وہ نیچے نہ جائے کیونکہ اگر کوئی شخص زیر زمین پانی کا تجارتی بنیادوں پر استعمال شروع کردے گا تو جو اس کے ساتھ رہنے والے لوگ ہوں گے ان کو اس کی وجہ سے مشکل پیش آئے گی۔ شریعت اسلامیہ میں اگر اس مسئلے پر غور کیا جائے تو احادیث مبارکہ میں اور فقہائے کرام نے حریم[46] سے متعلقہ مسائل بیان کیے ہیں۔

حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کنواں کھود کر نقصان نہ پہنچاؤ، فرماتے ہیں، اسکی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی کے کنوئیں کے قریب کنواں کھودے تاکہ اسکا پانی ختم ہو جائے۔[47]

فقہا نے بیان کیا ہے کہ اگر ایک کنویں کی حریم کی حدود میں کوئی دوسرا شخص کنواں کھودنا چاہے گا تو اسے منع کیا جائے گا۔[48] یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کی علت اس کنویں کے پانی کا خشک ہو جانا یا اس کے پانی کی مقدار کا کم ہو جانا ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی ایسا کام جس کی وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچ گئی ہو تو اس کو منع کیا جائے گا۔ اسی بنیاد پر اس شخص کو اپنی تجارتی ضروریات کے لئے پانی کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح تیزی کے ساتھ کم ہو جائے گی یا ختم ہو جائے گی۔

### استحالہ آب

گھروں کے استعمال شدہ گندے پانی کو آبپاشی کے لئے استعمال کرنے کا دستور دوہزار سال قبل کی قدیم یونانی تاریخ میں ملتا ہے۔تاہم گندے پانی کو دوبارہ استعمال کرنے کے بہت زیادہ نقصانات بھی ہیں۔ گندے پانی کے ذریعے جو فصلیں اور پھل پیدا ہوتے ہیں وہ انسانی صحت کے لیے مضر اور بہت سی بیماریوں کا سبب بھی ہیں۔اسی وجہ سے اس پانی کو دوبارہ صاف کرکے استعمال کیا جارہا ہے۔اس پانی کے کچھ فوائد بھی ہیں:

- گندے پانی کو دوبارہ استعمال کرنے کے ذریعے تازہ اور صاف پانی کو بہتر اور اعلی مقصد کے لئے بچایا جاسکتا ہے۔
- آبی بحران پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔
- اس کے ذریعہ ماحولیاتی آلودگی میں کمی واقع ہوتی ہے۔
- اجناس کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔
- مصنوعی کھاد کے استعمال میں کمی آتی ہے کیونکہ گندے پانی میں کھاد کے کئی اجزا موجود ہوتے ہیں۔

گندے پانی کو دوبارہ قابل استعمال بنانے کا طریقہ چار ذیلی مراحل میں تقسیم ہے۔پہلے مرحلے میں گندے پانی سے چکنائی، نقصان دہ اشیاء اور دیگر بڑے بڑے گندگی کے ذرات کو دور کیا جاتا ہے۔دوسرے مرحلے میں پانی کو فلٹر کیا جاتا ہے۔ تیسرے مرحلے میں پانی سے نقصان دہ کیمیائی اجزا کو دور کیا جاتا ہے۔چوتھے اور آخری مرحلے میں پانی کو اسٹرلائزیشن کے ذریعے جراثیم سے پاک کرنے کے بعد قابل استعمال بنادیا جاتا ہے۔[49]

رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم اسلامی فقہ اکیڈمی کے گیارہویں اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ بروز اتوار 19 فروری تا 26 فروری 1989ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ پانی کو اگر کسی ایسے عمل کے ذریعہ صاف کر دیا جائے کہ اس پانی کے مزہ، رنگ اور بو میں نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو پانی پاک ہو جائے گا اور اس پانی سے پاکی کا حصول اور نجاست کا ازالہ اس فقہی قاعدہ کی بنیاد پر ہو جائے گا کہ اگر زیادہ پانی میں گری ہوئی نجاست کا ازالہ اس طرح ہو جائے کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو پانی پاک ہو جاتا ہے۔[50]

### آبی محصولات

صاف اور میٹھے پانی کا مہیا کرنا کی فلاحی ریاست کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔اس اہم فرض سے سبکدوش ہونے کے لیے اور ریاست کی تمام دیہی اور شہری آبادی کو گھر گھر پانی پہنچانے کے لیے کثیر افرادی قوت کو مامور کرنے کے علاوہ بہت سے اہم اقدامات جیسے ٹیوب ویلز کا لگانا اور پائپ لائنز کو بچھانا پڑتا ہے۔علاوہ ازیں اسی طرح کے اور بہت سے معاملات کو دیکھنا پڑتا ہے جن پر کثیر اخراجات صرف ہوتے ہیں۔ اس لیے علما اس بات کے قائل ہیں کہ حکومت صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی کی صورت میں عوام سے اس کی قیمت وصول کرسکتی ہے ۔احادیث میں اگرچہ پانی کی فروخت کی ممانعت بیان کی گئی ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگوں کو گھروں میں پانی میسر تھا اور پانی کو

پائپ لائنوں کے ذریعے لوگوں کے گھروں میں نہیں پہنچایا جارہا تھا بلکہ اس وقت کنوئیں کھودے جاتے تھے اور لوگ از خود ان کنوؤں سے پانی بھر کرلے جاتے تھے ۔آج گھر گھر پانی پہنچانا تمام حکومتوں کے لیے ایک مشکل امر بن چکا ہے۔اس لیے اس کی قیمت کا لیا جانا بالکل درست امر ہے[51]،تاہم یہ حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ صاف پانی کی فراہمی کو کاروبار یا نفع کے حصول کا ذریعہ نہ بنالے بلکہ ریاست کا مقصد عوام کو سہولیات وآسانیوں کی فراہمی ہو۔اس لیے ریاست عوام سے اتنی ہی قیمت وصول کرے جتنے پانی کی فراہمی پر اخراجات آتے ہیں۔چونکہ یہ عوام کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے اس لیے اگر حقیقت پسندانہ نظروں سے دیکھا جائے تو تمام عوام کو پانی مفت فراہم کیا جانا چاہیے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو غرباء وفقراء کو مفت مہیا کیے جانے کو یقینی بنایا جائے۔ویسے بھی بعض علما کے بقول پینے کے پانی کا معاوضہ نہیں لیا جاسکتا اور جو پانی دیگر ضروریات میں استعمال ہوگا اس کا معاوضہ لیا جاسکتا ہے۔[52] درج ذیل روایت سے آبی محصولات کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

ابو مجلز وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے عثمان بن حنیف کو سواد کا خراج وصول کرنے بھیجا اور ان کا روزانہ کا وظیفہ چوتھائی بکری اور پانچ درھم مقرر فرمائے،اور حکم دیا کہ پورے سواد کی پیمائش کرلیں خواہ علاقہ آباد ہو یا بنجر البتہ شورزدہ زمین، ٹیلوں، جھاڑیوں اور تالابوں کی پیمائش نہ کریں اور ان جگہوں کی جہاں پانی پہنچتا ہے چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف نے جبل کے علاوہ سارے علاقے کی پیمائش کی یعنی حلوان سے لے کر عرب سرزمین تک جو فرات کے زیریں علاقے میں واقع ہے،اور حضرت عمر کو لکھا کہ ہر وہ چیز جہاں تک پانی پہنچتا ہے خواہ آباد ہو یا بنجر اس کو میں چھتیس کروڑ جریب پایا اور حضرت عمر کا پیمانہ ایک ذراع ایک مٹھی اور ایک مڑا ہوا انگوٹھا ہوا کرتا تھا،تو حضرت عمر نے لکھا کہ ہر جریب خواہ آباد ہو یا بنجر،اس پر کام ہوتا ہو یا نہ ایک درھم اور ایک قفیز مقرر کرو،اور تر کھجوروں پر پانچ درھم اور دس قفیز مقرر کرو اور ان کھجور اور دیگر درختوں کے پھل کھلاؤ،اور فرمایا کہ یہ ان کے لیے ان کے شہروں کو آباد کرنے کے لیے خوراک ہوگی اور ذمیوں میں سے خوشحال پر اڑتالیس درھم اور اس سے کم پر چوبیس درھم مقرر کرو اور جس کے پاس کچھ نہ ہو تو اس پر بارہ درھم مقرر کرو، فرمایا کہ ایک معتمل درھم ہر ماہ کسی کو محتاج نہیں کرے گا،اور جو خراج ان پر مقرر کیا تھا اس کے بدلے ان سے غلامی کو دور کردیا اور اس کو زمین کا کرایہ بنادیا، چنانچہ پہلے سال سواد کوفہ کے خراج سے آٹھ کروڑ درھم لیے گئے پھر آئندہ سال بارہ کروڑ درھم لے کر گئے اور یہ سلسلہ چلتا رہا"۔[53]

## پانی کی منصفانہ تقسیم

حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ پانی کی تقسیم کا ایک منصفانہ نظام قائم کرے جس میں تمام صوبوں اور ریاستوں کو برابر پانی دستیاب ہو۔تاکہ تمام دیہاتوں اور شہروں کو تازہ اور صاف پانی میسر آسکے اس کے علاوہ زراعت صارفین کے لئے بھی ایک مقدار مقرر کی جائے جس کے

ذریعے تمام شعبوں کو پانی کے حصول کے لئے کسی مشکل سے گزر نا نہ پڑے اور انہیں اپنی تمام ضروریات کو پوری کرنے کے لئے پانی بحسن و خوبی میسر ہو۔اس ضمن میں قانون کو انظباطی بنیادوں پر منظم کیے جانے کی ضرورت ہے۔

- پانی کی مقدار اور معیار
- زیر زمین پانی کا استعمال
- دریاؤں کے طاس، دہانے اور ساحل کے انتظامات
- قانونی ڈھانچہ ( یعنی قوانین اور پالیسیوں کا مربوط نظام )
- سماجی بنیادوں پر آبی وسائل کا انتظام
- تحقیقی اور تعلیمی منصوبے

انہی وجوہات کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے پانی کی تقسیم کے لیے ایک نگران کو مقرر کیا تھا۔[54] اسی طرح حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت العلاء بن عقبہ کو رسول کریم نے لوگوں کے پانیوں (یعنی چشموں یا کنوؤں وغیرہ) کے حقوق لکھنے پر متعین کیا تھا تاکہ نزاع سے بچا جا سکے۔[55] حضرت عمر بن خطاب نے حضرت عثمان بن حنیف کو فرات سے سیراب ہونے والی زمین پر نگران مقرر کیا۔[56] تاکہ پانی کی تقسیم کو منصفانہ بنایا جاسکے۔

## آبی ضیاع کی روک تھام

آج ریاست کے ذمہ داروں کی توجہ پانی کے ضیاع کی طرف نہ ہونے کے برابر ہے۔ نتیجتاً بہت زیادہ پانی ضائع چلا جاتا ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان ہر سال بائیس بلین ڈالر کا پانی سمندر میں پھینک کر ضائع کر دیتا ہے۔[57] چنانچہ اگر ہم اپنے پانی کے ضیاع کو روکنے میں کامیاب ہو جائیں تو پانی کے بحران میں کمی لائی جاسکتی ہے لیکن اس کے لیے اہم اقدامات کیے جانے کی ضرورت ہے۔ مون سون سیزن کے دوران بھی بارشوں کے پانی کو جمع کرنے کی طرف بھی غور کیے جانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ پانی بھی بہت سے مفید مصارف میں خرچ کیا جاسکتا ہے لیکن توجہ نہ ہونے کی وجہ سے بیکار ضائع چلا جاتا ہے۔رسول کریم ﷺ کو اس بات کا بخوبی احساس تھا۔اس لیے آپ نے پانی کے ضیاع سے منع فرمایا چنانچہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کا گزر حضرت سعد پر ہوا جب کہ وہ وضو بنا رہے تھے رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما هذا السرف فقال: أفي الوضوء إسراف، قال: نعم، وإن كنت على نهر جار"[58]

"یہ اسراف کیسا؟ حضرت سعد نے عرض کیا: کیا وضو میں بھی اسراف ہے ارشاد فرمایا: ہاں اگرچہ تم جاری نہر پر ہی کیوں نہ ہو۔"

رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد کو وضو جیسی عبادت میں بھی فضول خرچی کرنے سے منع فرمایا تو دیگر معاملات میں پانی کی فضول خرچی

کس حد تک ناپسندیدہ ہو گی۔اس روایت میں حکام اور سربراہ ریاست کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے۔اس لیے کہ رسول کریم ﷺ اس وقت حاکم مدینہ بھی تھے۔اس لیے ریاست کو آبی ضیاع کو روکنے کے لیے قانون سازی بھی کرنی چاہیے۔

### شجر کاری

آج جدید دنیااس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ ماحولیات کی بہتری، آلودگی سے بچاؤ، زمینی کٹاؤ سے روک، درجہ حرارت میں کمی اور بارشوں کے حصول میں درخت بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں شجر کاری کے بہت فوائد بیان کئے گئے ہیں اور اس حد تک تاکید بیان کی گئی ہے کہ درخت لگانے کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے۔[59] بہت سی روایات میں موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے شجر کاری کرکے امت کو اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔[60] حضرت انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اگر قیامت قائم ہو اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کی چھوٹی سی شاخ ہو اور اٹھنے سے پہلے اس پودے کو لگا سکتا ہو تو لگا دے۔[61] آپ کی اس تاکید و عملی نمونے سے رہنمائی کی وجہ سے خلفائے راشدین نے شجر کاری کو نہ صرف عملاً فروغ دیا بلکہ رعایا کو بھی اس کی تلقین کی۔ اسلم سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضرت عمر کے ساتھ چل رہا تھا تو انہیں ایک گری ہوئی کھجور نظر آئی، آپ نے فرمایا: اسے اٹھالو، میں نے کہا: کھجور کا میں کیا کروں گا؟ فرمایا: ایک ایک کھجور سے کئی کھجورین بن جائیں گی، پھر ایک کھجوروں کے کھیلان سے گزرے تو فرمایا اسے یہاں ڈال دو۔[62] یہ تربیت نبوی کا اثر تھا کہ تمام خلفاء کو اس کا بڑا اہتمام تھا۔ حضرت عثمان غنی کے بارے میں بھی آتا ہے کہ ان کو شجر کاری سے بہت شغف تھا اور اس کو وہ مصلحین کی علامت تصور کرتے تھے۔[63] حضرت امیر معاویہ نے بھی اپنے آخری عہد حیات میں شجر کاری اور ویران زمینوں کی آباد کاری پر خاصی توجہ دی۔[64]ان شواہد و نظائر سے معلوم ہوا کہ مسلم فلاحی ریاست کو شجر کاری کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہییں کہ یہ بھی مسلم ریاست کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

### عوامی شعور کی بیداری

کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کے لیے عوامی شعور بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ملک پاکستان میں پانی کی قلت پر قابو پانے کے سلسلے میں عوامی سطح پر مذہبی تعلیمات کے فروغ اور شعور و آگہی کی فراہمی کی بدولت آبی قلت کے مسئلے کی سنگینی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ڈجکوٹ اور اس کے گردونواح میں آزمائشی طور پر مقامی مساجد کے آئمہ حضرات اور مدرسے کے طلباء نے ایک مہم شروع کی کہ لوگوں کو جمعہ کے خطبات اور روزانہ کے درس میں اس بات کا شعور فراہم کیا جائے کہ دوسروں کے حصے کا پانی لینا یا اپنے حصے سے زائد پانی لینا دونوں ناجائز گناہ اور اللہ رب العزت کی ناراضگی کا سبب ہیں۔اس علاقے میں بہت سے لوگوں نے نہروں میں ناجائز طور پر پمپ نصب کر رکھے تھے اس اور اس کے ذریعہ

وہ ناجائز طور پر زائد پانی حاصل کر رہے تھے۔ اس مہم کے حیران کن نتائج سامنے آئے اور پانی کی قلت کی شکایتوں میں 32 فیصد اور آبپاشی کے سلسلے کی شکایات میں بیس فیصد کمی واقع ہوئی۔ یہ نتائج ثابت کرتے ہیں کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں بالخصوص اور شہری علاقوں میں بالعموم علماو خطباحضرات کے ذریعے آبی تعلیمات کو فروغ دینے سے آبی بحران پر قابو پانے میں مدد میسر آسکتی ہے اور مسئلے کی شدت کو کم کیا جاسکتا ہے۔[65] لیکن یہ ذمہ داری صرف علماء و طلباء کے سپرد کرنا بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ حکومتی سطح پر وزارت مذہبی امور اور وزارت آبی وسائل کے تعاون و مدد سے ایک جامع اور منظم پروگرام شروع کیا جانا چاہئے جس میں علماء، خطباء اور مذہبی اسکالرز کو کلیدی ذمہ داریاں تفویض کی جائیں کہ عوامی سطح پر اس مسئلے کی بابت شعور فراہم کرنے میں اپنا فعال کردار ادا کریں۔ اسی طرح پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے بھی آگاہی فراہم کی جائے۔ یونہی نصاب میں بھی مسئلہ ھذا بارے ماہرین کے تجویز کردہ اسباق شامل کیے جائیں تاکہ نوجوان نسل اور نونہالان قوم کو بھی اس مسئلے کا ادراک ہو اور کم سے کم پانی کی فضول خرچی کو روک کر کفایت شعاری بچپن سے ہی ان کی عادات میں ڈھل جائے۔ بد قسمتی سے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے نصاب میں پہلی جماعت سے لے کر بارہویں جماعت تک اردو، انگریزی اور معاشرتی علوم کے اسباق میں کوئی بھی سبق پاکستان کو درپیش آبی مسائل کو مد نظر رکھ کر نصاب کا حصہ نہیں بنایا گیا ان امور پر نظر ثانی کر کے مذہبی قائدین، سرکاری عمائدین اور رضاکاروں کے ذریعے سماجی شعور بیدار کرنے کی طویل المعیاد اور کثیر الجہتی تحاریک شروع کیے جانے کی اشد ضرورت ہے۔

## نتائج

الغرض اس تحقیق کا لب لباب درج ذیل نتائج کی صورت میں ظاہر وعیاں ہے:

- اسلام میں پانی کو بنیادی اور نمایاں ضرورت قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالی کا عطیہ ہے۔ جس میں تمام افراد برابر کے شریک ہیں اور کسی شخص کو بھی پانی پر کوئی ملکیت یا اجارہ داری حاصل نہیں ہے یعنی پانی معاشرے کی اجتماعی ملکیت ہے تاہم تقسیم وانتظام آب کے لحاظ سے حکومت کو مخصوص اختیارات حاصل ہیں۔
- پانی کے استعمال کے سلسلے میں پہلی ترجیح پینے کا پانی ہے اور اس میں پہلا حق انسانوں کا ہے پھر جانوروں کا۔ بقیہ پانی گھریلو ضروریات اور آبپاشی و صنعتی ضروریات کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- صاف ستھرا معیاری پانی ہر شخص کو اس کے گھر کی دہلیز تک مہیا کرنا حکومت وقت کی بنیادی ذمہ داری ہے تاہم حکومت اسکے لیے صرف شدہ اپنے اخراجات وصول کر سکتی ہے۔
- آبی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے یا کم کرنے کے لیے حکومت وقت ہر جانے یا سزا دینے کا حق رکھتی ہے اور ان کی خلاف ورزی پر وہ

مناسب سزا یا ہر جانہ وصول کر سکتی ہے۔

- ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ آبی وسائل کا ایسا منصفانہ وعادلانہ انتظام ترتیب دے کہ ہر شخص کو برابر یکساں میسر آسکے۔
- حکومت کی یہ بھی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ آبی وسائل کے تحفظ کے لیے ایسا جامع اور مربوط نظام تشکیل دے کہ یہ وسائل لمبے عرصے تک برقرار رہ سکیں۔
- اسی طرح زیر زمین پانی کی سطح کو برقرار رکھنا بھی حکومت کے فرائض میں سے ہے۔
- پانی کو ذخیرہ کرنا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔
- عوام کو سیلاب سے تحفظ مہیا کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری میں سے ہے۔

**سفارشات**

مندرجہ ذیل امور کی سفارش کی جاتی ہے:

- زیرزمین پانی کی سطح کو برقرار رکھنے کے لئے مناسب اقدامات کیے جائیں تاہم اس کی طرف حکومت کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔
- آبی ذرائع کے تحفظ کے سلسلے میں حکومت عوامی سطح پر شعور وآگہی فراہم کرنے کے لیے ایک جامع اور مربوط پروگرام مرتب کر کے مساجد مدارس اور دینی اداروں کو کلیدی کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرے۔
- پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا میں آبی مسائل کی خوب نشر واشاعت کی جائے تاکہ عوام مسئلے کی سنگینی کو سمجھ سکیں۔
- پانی کی قلت کے مسائل سے نبٹنے کے لئے پاکستان کو چاہیے کہ وہ وسیع بنیادوں پر گندے پانی کو دوبارہ قابل استعمال بنانے کے لیے ادارے قائم کرے اور پانی کو دوبارہ صاف کر کے عوام کو مہیا کیا جائے۔
- تمام شہری اور دیہی آبادی کو صاف اور میٹھے پانی کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔
- پانی کو عادلانہ اور منصفانہ بنیادوں پر تقسیم کیا جائے نیز پانی کی کم سے کم قیمت رکھی جائے جس کا مقصد عوام کو پانی کی بلا منافع فراہمی ہو اور غریبوں کو بلا معاوضہ فراہم کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔
- پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے نئے اور چھوٹے ڈیم ملک کے تمام علاقوں میں قائم کیے جائیں جہاں بارش کا پانی بھی ذخیرہ ہو سکے۔
- سیلاب سے بچنے کے لیے خلافت راشدہ کی طرز پر سیلابی ڈیم بھی قائم کیے جائیں۔
- بین الصوبائی آبی مسائل کو حل کرتے ہوئے عدل کے اصول کے ساتھ ساتھ طلب ورسد کی ضرورت کو بھی مد نظر رکھا جائے۔
- دوسرے ممالک کی طرح ملک پاکستان میں بھی سمندری پانی کو قابل استعمال بنایا جانا چاہیے۔
- اسکولز کے تعلیمی نصاب میں آبی قلت بارے اسباق شامل کیے جائیں۔
- کالجز کے تعلیمی نصاب میں آبی وسائل ومسائل برائے مضمون شامل نصاب کیا جائے۔

- ملک پاکستان میں پانی پر تحقیق کرنے کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے اس کے لئے مختلف یونیورسٹیز میں پانی پر مختلف شعبہ جات قائم کیے جائیں۔
- ایک جامع اور مربوط نیشنل واٹر پالیسی تشکیل دینے کے بعد اس پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔
- پانی پر تحقیق کرنے والے اداروں کو فعال بنایا جائے۔
- آبی تحقیق بارے مقابلہ جات کا انعقاد کروا کر محققین کو انعامات سے نواز کر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

## حوالہ جات


1. القرآن، سورۃ الحج،22: 41۔
2. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، م275ھ، سنن ابوداؤد(بیروت: المكتبة العصرية، صيدا، س۔ن) ج3ص135، حدیث2948۔
3. مسلم بن حجاج، امام، م261ھ، صحیح مسلم(بیروت: داراحیاالتراث العربي، س۔ن) ج3ص1460، حدیث21(142)۔
4. نسائی، أحمد بن شعیب، 303ھ، السنن الصغری للنسائي(حلب: مکتب المطبوعات الإسلامية، 1406ھ) ج8ص221، حدیث5379۔
5. وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت، الموسوعة الفقهية الكويتية (الكويت: دارالسلاسل، 1427ھ) ج25ص305۔
6. احمد بن حنبل، امام، م241ھ، مسند احمد(بیروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء) ج45ص560، حدیث27579۔
7. ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، م235ھ، المصنف(جدۃ: دار القبلة، س ن). حدیث23129۔
8. بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، صحیح البخاری(بیروت: دار طوق النجاة، 1422ھ) ج4ص13، حدیث2778۔
9. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، م275ھ، سنن ابوداؤد، ج2ص130، حدیث1681۔
10. ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، م235ھ، المصنف(جدۃ: دار القبلة، س۔ن) ج19ص150، حدیث35627۔
11. تفصیل ملاحظہ ہو: القرطبی، أبو عبداللہ محمد بن أحمد، م671ھ، الجامع لأحکام القرآن(القاهرة: دار الكتب المصرية، 1384ھ) ج16ص333۔
12. أبو یوسف، یعقوب بن إبراهیم، امام، م182ھ، الخراج ص97۔
13. نظام الدین، شیخ، الفتاوی الهندية، ج5ص390۔
14. یسین مظہر، صدیقی، ڈاکٹر عہد نبوی میں مدنی مسلم معیشت در مشمولہ تحقیقات اسلامی، 1983ء، جلد2 شمارہ4، ص27۔
15. یسین مظہر، صدیقی، ڈاکٹر عہد نبوی میں مدنی مسلم معیشت در مشمولہ تحقیقات اسلامی، 1983ء، جلد2 شمارہ4، ص36۔
16. الطبري، ابو جعفر محمد بن جریر، م310ھ، تاریخ الطبري، الطبعة الثانية(بیروت: دار التراث، 1387) ج6ص437۔
17. القرآن، سورۃ النحل،16: 65۔
18. القرآن، سورۃ النمل،27: 60۔
19. بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، صحیح البخاری(بیروت: دار طوق النجاة، 1422ھ) ج3ص108، حدیث2348۔
20. بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، صحیح البخاری، ج1ص142، حدیث705۔
21. أبو یوسف، یعقوب بن إبراهیم، امام، م182ھ، الخراج(القاهرة: المطبعة السلفية ومكتبتها، س۔ن) ص96۔

22. عبدالرزاق بن همام، الصنعانی، م 211ھ، المصنف، الطبعۃ الثانیۃ (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ) ج8 ص105، حدیث 14492۔
احمد بن حنبل، امام، م 241ھ، مسند احمد ج 11 ص حدیث 6673۔

23. أبو یوسف، یعقوب بن إبراهیم، امام، م 182ھ، الخراج، ص97۔

24. نظام الدین، شیخ، , الفتاوی الهندیۃ (بیروت: دارالفکر، 1411ھ) ج5 ص386۔

25. بلاذری، احمد بن یحیی، فتوح البلدان (بیروت: دار ومکتبۃ الهلال، 1988ھ) ص270-348۔

26. ابن الاثیر، أبوالحسن علي بن أبي الکرم محمد بن محمد، 630ھ، اسد الغابہ (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1415ھ) ج3 ص290۔

27. سمہودی، نورالدین أبوالحسن علی بن عبداللہ، م 911ھ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1419ھ) ج3 ص150۔

28. ابن خلدون، عبدالرحمن ابن محمد، 808ھ، تاریخ ابن خلدون (بیروت: دارالفکر، 1408ھ) ج1 ص222۔

29. ابن کثیر، أبوالفداء إسماعیل بن عمر، م 774ھ، البدایۃ والنهایۃ (بیروت: داراحیاالتراث العربي، 1988ء). ج1 ص29۔
ابن کثیر، أبوالفداء إسماعیل بن عمر، م 774ھ، مسند الفاروق (مصر: دارالفلاح، 1430ھ) ج1 ص321۔
ابن کثیر، أبوالفداء إسماعیل بن عمر، م 774ھ، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1419ھ) ج6 ص333۔

30. ۔یحیی بن آدم، ابوزکریا، م 203ھ، الخراج، ص108، حدیث 349۔

31. المتقی الهندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1401ھ). ج12 ص666، حدیث 36017۔

32. المتقی الهندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م 975ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج2 ص699، حدیث 5123۔

33. الازرقی، أبوالولید محمد بن عبداللہ، 250ھ أخبار مکۃ (بیروت: دارالأندلس للنشر، س۔ن) ج2 ص33۔ فتوح البلدان، ج1 ص61۔

34. بلاذری، احمد بن یحیی، فتوح البلدان (بیروت: دار ومکتبۃ الهلال، 1988ء) ج1 ص20۔

Pakistan Vision 2025, planning commission ministry of planning development and reform Government of Pakistan. p62.

35. القرآن، سورۃ الغافر، 40: 21۔

36. السیوطي، جلال الدین عبدالرحمن بن أبي بکر، م 911ھ، تفسیر الجلالین (القاهرۃ: دارالحدیث، س۔ن) ق1 ص620۔

37. أبوالسعود، محمد بن محمد بن مصطفی، م 982ھ۔ تفسیر أبي السعود (بیروت: داراحیاء التراث العربي، س۔ن) ج6 ص257۔

38. القرآن، سورۃ السباء، 34: 16۔

39. مجاهد بن جبر، ابوالحجاج، 104ھ، تفسیر مجاهد (مصر: دارالفکر الإسلامی الحدیثۃ، 1410ھ) ص553۔

40. الرازي، ابوعبداللہ محمد بن عمر، الملقب بہ فخرالدین، 606ھ، مفاتیح الغیب (بیروت: داراحیاالتراث العربي، 1420ھ) ج27 ص637۔

41. صفدر، سرفراز خان، مولانا، ذخیرۃ الجنان (گوجرانوالہ: میر محمد لقمان برادران، س۔ن) ج15 ص82۔

42. انظر: ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، م 275ھ، سنن ابوداؤد. ج3 ص152، حدیث 2995۔ بخاری 4211، 2893۔

43. انظر: بخاری، محمد بن اسماعیل، م 256ھ، صحیح البخاری، ج3 ص84، حدیث 2235۔

44. سمہودی، نورالدین أبوالحسن علی بن عبداللہ، م 911ھ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، ج4 ص91۔

45. انظر: الحموي، شهاب الدين أبو عبد الله یاقوت بن عبد الله، م626ھ، معجم البلدان (بیروت: دار صادر، 1995ء) ج3 ص197۔

46. جواد علي، الدکتور، م1408ھ، المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام (بیروت: دار الساقي، 1422ھ) ج13 ص208۔

47. کسی کنوئیں کے ارد گرد کی جگہ جو کنوئیں کی ضروریات کے لیے استعمال ہوتی ہے جیسے کہ برتنوں کے رکھنے اور جانوروں کے باندھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے اس کی حدود بارے مختلف اقوال ہیں۔ کم سے کم حد چالیس گز ہے۔

48. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، م275ھ، المراسیل (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1408ھ) ج1 ص295، حدیث 408۔

49. نظام الدین، شیخ، الفتاوی الھندیۃ، ج5 ص388۔

https://cleanawater.com.au/information-centre/how-water-recycling-systems-work (accessed on 22-03-2020)

50. اسلامی فقہ اکیڈمی، اسلامی فقہ اکیڈمی، مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے اردو (دہلی: ایفا پبلی کیشنز، س۔ن) ص318۔

51. انظر: الزُّحَيْلِيّ، وَهْبَة بن مصطفى، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلّتُهُ (دمشق: دار الفکر، س ن) ج5 ص3437۔

52. انظر: ابن حزم الأندلسي، أبو محمد علي بن أحمد بن سعید، م456ھ، المحلی بالآثار (بیروت: دار الفکر، س۔ن) ج7 ص488-489۔

53. المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج4 ص549، حدیث 11621۔ طبقات الکبری ج3 ص214۔

54. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، م275ھ، سنن ابوداؤد (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا، س۔ن) ج1 ص18، حدیث 67۔

55. ابن عبد ربہ، أبو عمر، شھاب الدین أحمد بن محمد الاندلسی، م328ھ، العقد الفرید (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1404ھ) ج4 ص244۔

56. البیھقی، ابوبکر احمد بن الحسین، م458ھ، سنن البیھقی الکبری، (مکۃ المکرمۃ: مکتبۃ دار الباز، 1414ھ) ج6 ص576، حدیث 13013۔

57. see: Sehrish Wasif, Pakistan dumps water worth $22 billion into the sea every year, https://tribune.com.pk/story/1548420/1-pakistan-dumps-water-worth-22-billion-sea-every-year/ (accessed on 18-01-2020)

58. ابن ماجۃ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، 273ھ،، سنن ابن ماجہ، ج1 ص147، حدیث 425۔

59. بخاری، محمد بن اسماعیل، م256ھ، صحیح البخاری، ج8 ص10، حدیث 6012۔

60. احمد بن حنبل، امام، م241ھ، مسند احمد، ج39 ص140، حدیث 23737۔

61. احمد بن حنبل، امام، م241ھ، ج20 ص251، حدیث 12902۔

62. المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج15 ص188، حدیث 40534۔

63. المتقی الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، م975ھ، ج3 ص909، حدیث 9137۔

64. المناوي، زین الدین محمد عبد الرؤوف، م1031ھ، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1356ھ) ج3 ص30۔

65. شاہ، ایس ایم ایس، پاکستان میں کمیونٹی اداروں کے ذریعے تحفظ آب: مساجد اور دینی مدارس کا کردار مشمولہ اسلام میں پانی کا انتظام، (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2006ء) ص78-84۔